(ازافادات)

حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی النقوی دام ظلہ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس لکھنؤ

امامیہ مشن کے خدمات کا نمبر (۷۹)

قوم کو "زندگی" درکار ہے اور زندگی کے لیے اصول کی تلاش ہے۔

یہ رسالہ دیکھنے میں مختصر ہے مگر حیات قومی کے ارکان و اصول کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

اسے لب لباب یا خلاصہ سمجھیے حضرت سید العلما دام ظلہ کے اُن تبلیغی مواعظ کا جواب کی سال محرم میں مدرسۃ الواعظین میں ہوے تھے۔

بدقسمتی سے مکمل طور پر وہ شارٹ ہینڈ سے قلمبند نہیں ہوسکے مگر جناب موصوف نے باوجود یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ میں انتہائی مصروفیت کے اس خلاصہ کی شکل میں اُن بیانات کا خاکہ درج کردیا ہے۔

امید ہے کہ افراد قوم اس رسالہ کی کثیر تعداد میں اشاعت فرما کر حیات قومی کی بنیادوں کو مضبوط کریں والسلام

خادم قوم
سید مصطفیٰ احسن رضوی آنریری سکریٹری
امامیہ مشن لکھنؤ

۲ج ۲ سنہ ۱۳۶۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وللہ الحمد

انسان سلسلۂ کائنات کی ایک کڑی ہے اس لیے حیات و موت کے قوانین جو تمام اشیاء میں کارفرما ہیں اُن سے یہ مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

کارگاہ قدرت انسان کے لیے ایک مدرسۂ تعلیم و تربیت ہے جس میں انسان اپنی زندگی کے لیے مفید نتائج حاصل کر سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں ابتدائی منزل وہ ہے جہاں نشو و نما اور حرکت کا پتہ نہیں ہے صرف جسمیت پائی جاتی ہے۔ یہاں دو چیزیں کارفرما ہیں ایک قوت جذب دوسرے قوت دفع۔ کسی پتھر کو آپ اُٹھانا چاہیں تو کوئی طاقت آپ سے مقابلہ کرے گی یہ اُس کی مرکز کی جانب کشش ہے اس سے اشیاء میں وزن پیدا ہوتا ہے۔

مقدار کی جسامت یا کثرت سنگینی کی باعث نہیں ہوتی۔ ایک بڑا گولا روئی کا دیکھنے میں بڑا اور ایک لوہے کا ٹکڑا اس کے مقابلہ میں مختصر مگر وہ باوجود اپنی کثرت و وسعت کے سبک ہے کیونکہ اُس میں مرکز کی طرف کشش کم ہے اور یہ باوجود مقدار کم ہونے کے سنگین ہے کیونکہ اس میں مرکز سے ارتباط زیادہ ہے۔

دوسری چیز قوت دفع، اُس سے سختی و صلابت پیدا ہوتی ہے کسی لوہے کے ٹکڑے کو دبایئے تو کوئی چیز آپ سے جنگ کرتی نظر آئے گی۔ یہ اُس کی قوت دفع ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اُس کے باہمی اجزا کی کشش اور ارتباط کا نتیجہ ہے۔

جتنی اجزاء میں باہمی کشش زیادہ ہوگی اُتنا غیر کو اُس میں جگہ پیدا کرنے اور آنے میں دشواری محسوس ہوگی۔ ان اجسام کی حیات و موت ان ہی جذب و دفع کی طاقتوں کے برقرار رہنے سے وابستہ ہے۔

ایک لوہے کی سلاخ ایک وقت میں توڑیے تو نہ ٹوٹے گی لیکن جب اُس میں زنگ آجائے اور مدت کافی گزر جائے تو دوسرے وقت میں ہاتھ لگتے ہی ٹوٹ جائے گی اور ایک درجہ یہ ہوگا کہ انگلیوں کے دبانے سے ریزہ ریزہ ہوجائے۔ اب اس میں نہ اُتنا وزن ہے نہ قوت مدافعت۔ اس لیے کہ اُس کے باہمی اجزا کی کشش ختم ہوچکی ہے اور مرکز کے ساتھ اُس کا تعلق کم ہوگیا ہے۔

جمادات کے بعد نباتات کا درجہ ہے۔ ان کی حیات کا خاص جوہر قوت نشوونما ہے مگر یہ نشوونما اُس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک وہ اپنی اصل سے متصل ہے لیکن اگر کوئی جزو اصل سے جدا ہوگیا تو ممکن ہے کچھ دیر سابقہ تعلق کے فیض سے اُس میں شادابی اور طراوت باقی رہے لیکن باد سموم

کے جھونکے اُس کو بہت جلد ختم کردینگے۔

تیسری منزل حیوانیت کی ہی۔

یہاں جزو کا کُل کے ساتھ شریک حیات ہونا علاوہ اتصال کے کچھ اور بھی چاہتا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ کو عرصہ تک حرکت نہ دے اور ایک ہی حالت پر چھوڑ دے تو کافی مدت گزر جانے کے بعد وہ ہاتھ خشک ہو جائے گا۔ آنکھوں کو بند کرلے اور اُن سے کام نہ لے تو آنکھیں بے نور ہو جائینگی دیکھیے تو وہ ہاتھ جسم سے متصل ہے۔ پھر بھی مُردہ ہوگیا۔ اس لیے کہ اُس نے وہ کام چھوڑ دیا جو اُس سے متعلق تھا۔ معلوم ہوتا ہی کہ صنف حیوان میں ہر جزو کے حیات کا معیار اپنے کل کے ساتھ اتحادِ عمل قائم رکھنا ہے اگر اُس جزو نے کل کا کام چھوڑ دیا تو وہ مردہ ہو جائے گا۔ باوجودیکہ کل موجود ہے بلکہ جزو اپنے کل کے لیے ایک وبال بن جائے گا۔ کیونکہ اس جزو کا رہنا بھی عیب ہے اور اس کا کاٹ کر جدا کر دینا بھی عیب ہے۔

اب آپ ان مثالوں سے انسانی زندگی کا جائزہ لیجیے۔ فرق اتنا ہی کہ جمادی، نباتی اور حیوانی زندگیاں انفرادی حیثیت رکھتی ہیں اور انسانی زندگی اجتماعیت سے وابستہ ہے۔ اس کا مرکز اجتماعی مرکز ہو گا۔ اس کا اتصال روحانی اتصال ہو گا اور جو زندگی حاصل ہوگی وہ قومی زندگی ہوگی

"قومیت"، کی بنیاد بہت سے افراد کے کسی ایک رشتہ میں منسلک ہونے پر ہے۔ اب یہ ایک چیز کیا ہو جس پر بنیاد قومیت قرار دی جائے؟ یہاں زاویہ نظر مختلف ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگوں نے نسل کو بنیاد قومیت قرار دیا، کچھ نے رنگ کو اور بہت سے لوگ وطن کو بنیاد قرار دینا چاہتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ سب چیزیں تنگ خیالی کا نتیجہ ہیں اور محدود ہیں ان میں سے کوئی بات بھی عالم انسانی میں ہمہ گیر برادری قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ یہ چیزیں دنیائے انسانیت میں ایک مستقل بنیاد ہیں افتراق کی جو کبھی اجتماع سے نہیں بدل سکتا۔

اسلام نے ان سب سے بالاتر ایک عالمگیر قومیت کی بنیاد قائم کی، وہ خدائے واحد کی طرف انتساب سے پیدا ہوتی ہے جس میں نہ نسل کی تفریق ہے۔ نہ رنگ کی۔ نہ سرزمین کی۔ اس رابطۂ وحدت پر ایمان رکھنے والے سب ایک قوم ہیں چاہے وہ کسی نسل، کسی رنگ اور کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں (انما المومنون اخوۃ)

اس میں ہمہ گیر بننے کی صلاحیت اور قوت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگ اس رابطۂ اتحاد کو نہ ماننے سے اس برادری سے خارج ہو جائیں یہ اپنے اختیار کی بات ہے۔ اس سے اصول کی ہمہ گیری اور عمومیت پر حرف نہیں آتا۔

ہم جو "حیات قومی" کے عنوان پر بحث کر رہے ہیں وہ "قومیت" کے اسی معیار کو پیش نظر رکھ کر جس میں عالمگیر وسعت موجود ہے۔

کائنات کے درس نے ہم کو زندگی کے لیئے ایک "مرکز" کی ضرورت کا پتہ دیا ہے۔

یہ مرکز کیسا ہونا چاہیے؟ یاد رکھیے کہ ہر شے کا مرکز اُس کی جنس سے وہ ہوتا ہے جو اُس کے صفات کا مخزن ہو۔

اجسام کا مرکز کشش جسم، نباتات کی حیات نباتی کا مرکز اُن کی اصل ہے جو نشو و نما کی طاقتوں کا اصلی خزانہ ہے۔

اعضائے حیات کا مرکز اُس کا قلب ہے جو تمام جسم کے حصوں میں زندگی کا خون پہونچاتا ہے۔

انسان کی قومی زندگی کے لیے بھی مرکز ہونا چاہیے۔ پھر یہ مرکز کون ہے؟ ضرور ہے کہ وہ ہی نوع انسانی میں ایک ایسا بلند نقطہ ہو جو انسانی صفات کا خزانہ، انسانیت کا قلب اور انسانی کمالات کا سرچشمہ ہو۔

وہ "انسان کامل" ہوگا جو عالم انسانی کے لیے اجتماعی مرکز بن سکتا ہے اور تمام دنیائے انسانیت اُس سے وابستگی کے ساتھ اجتماعی زندگی کے فیوض سے بہرہ مند ہو سکتی ہے۔

ہماری حیات قومی" کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ ہم اپنے مرکز کی صحیح طور پر شناخت کریں کیونکہ اگر مرکزی نقطہ کی تعیین میں غلطی ہوگئی تو پورا دائرۂ اجتماعی غلط ہو جائے گا اور قومیت کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جائیگا

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہمیں مرکز کی طرف کشش ہو اگر مرکز کی جانب کشش نہ ہوئی تو جماعت میں وزن پیدا نہیں ہو سکتا۔

افراد کی کثرت اتنی ضروری نہیں ہے جتنا یہ جذب مرکزی ضروری ہے، اس جذب اور کشش کا بہترین نمونہ کربلا کے مجاہدین نے پیش کیا ہے جن کے افعال، جن کے ارادے اور جن کے خیالات حضرت امام حسینؑ کے عمل ارادہ اور خیال کے اندر غرق ہو گئے تھے گویا اُن کی ہستیاں اپنے امام کی محبت و اطاعت میں فنا ہو گئی تھیں۔

تیسرا نکتہ قوم کے افراد میں باہمی ارتباط اور احساس قومیت پیدا ہونا چاہیئے۔

یہ ارتباط جتنا قوی ہوگا اور باہمی کشش جتنی زیادہ ہوگی اُتنی ہی قوت مدافعت پیدا ہوگی۔

ہمارے افراد اگر بہت کثرت سے ہیں مگر آپس میں اتحاد و اتفاق کا رابطہ مستحکم نہیں تو اغیار کو ہم میں دراندازی اور مداخلت کا موقع ہوگا اور وہ ہمیں دبا بھی سکیں گے اور ہمیں تقسیم بھی آسانی کے ساتھ کر دینگے

لیکن اگر ہم میں باہمی اتفاق و اتحاد مکمل ہوا تو چاہے ہماری تعداد کم ہو لیکن نہ ہم کو دشمن دبا سکے گا۔ نہ ہم میں پھوٹ ڈال سکے گا۔ یہ قومی زندگی کے لیے نہایت ضروری چیز ہے۔

چوتھا نکتہ اپنی قومی زندگی کے لیے ہمیں اپنی اصل سے متصل اور وابستہ رہنا ضروری ہے۔ اگر ہم نے ترقی کے شوق اور بلندی کے ذوق میں ہمرنگیٔ جماعت اختیار کی اور اغیار کی اندھا دھند تقلید شروع کر دی اس طرح کہ اپنی اصل سے جدا ہو گئے تو ہم زندہ بھی ہوں گے اور ممکن ہی ترقی یافتہ بھی سمجھے جائیں مگر وہ "ہم" نہ ہوں گے کوئی اور ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ ہماری "قومیت" کی تشکیل جن اصول پر ہوئی ہے اُن اصُول کو قائم رہنا چاہیئے۔

ورنہ ہماری "قومی زندگی" برقرار نہیں سمجھی جا سکتی۔

پانچواں نکتہ زندگی کی بقا کے لیے ہم کو صرف خیالی اور اعتقادی جذب و اتصال کافی نہیں ہے بلکہ عمل کی ضرورت ہی۔ اگر ہم نے "عمل" سے ہاتھ روک لیا تو باوجود اسی رسمی اتصال کے ہم اُسی طرح مُردہ ہو جائیں گے جس طرح عرصہ تک معطل رہنے سے ہاتھ مُردہ ہو جاتا ہے باوجودیکہ وہ اپنے کُل سے وابستہ ہی۔

بے شک جس طرح یہ ہاتھ مُردہ ہونے کے بعد اُس کل کے لیے باعثِ آزار

ہی نہ اُس کے رہنے ہی سے آرام ہی۔ نہ اُس کے جدا ہونے ہی سے رونق ہی
اُسی طرح قوم کے افراد اپنی بد اعمالیوں سے اپنے مرکز کے لیے انتہائی تکلیف
کا باعث ہیں۔ نہ ان کا کٹ کر جدا ہو جانا ہی گوارا کیا جا سکتا ہی۔
نہ ان کا اپنی ان بد اعمالیوں کے ساتھ قوم میں باقی رہنا ہی قوم کے
لیے مفید ہے۔

یہی ہی وہ امر جو امام نے فرمایا ہی اپنے شیعوں سے مخاطب ہو کر
کونوا لنا زینا ولا تکونوا علینا شینا۔
"ہمارے لیے زیب و زینت کا باعث ہو اور ہمارے لیے عیب اور
نقص کا باعث نہ ہو"

یقیناً ہماری زندگی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ ہم اُن تعلیمات پر عمل
کریں جو ہماری قومی زندگی کے لیے ہمیں دیے گئے تھے۔

ان نکات کے پیش نظر جب ہم اپنی قومی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو
معلوم ہوتا ہی کہ ہم نے مرکز کے انتخاب میں تو بے شک امکانی حد تک بڑی
سوجھ بوجھ سے کام لیا ہی۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہی جس نے اتنی چھان بین
ضروری سمجھی ہو جتنی ہم نے ضروری سمجھی ہی اور ہمیں ناز ہی کہ ہم نے جن
ہستیوں کو اپنی اجتماعی مرکزیت کا محل قرار دیا ہی اُن کے مرکزی اوصاف

اور انسانی کمالات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

مرکز کی طرف جذب و کشش میں بھی جہاں تک عقیدت و محبت کا تعلق ہے ہم دنیا کی کسی قوم سے پیچھے نہیں ہیں۔ اگرچہ ہمارے سامنے جو معیاری نمونے ہیں اُن کے لحاظ سے ہم اپنے کو صفر پاتے ہیں پھر بھی دوسرے اقوام کے مقابل میں ہم اپنی اس خصوصیت پر ناز کر سکتے ہیں

یہ مرکزی جذب ہی ہے جس کی بدولت ہم لاکھوں روپیہ ہر سال عزاداری میں صرف کر دیتے ہیں اور یہ مرکزی کشش ہی ہے جس کی وجہ سے وقت پڑنے پر ہمارے ہزاروں آدمی قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

اسی مرکزی جذب کا نتیجہ ہے کہ تیرہ سو برس گزرنے پر ۱۳۶۱ھ میں شہید کربلا کی سیزدہ صد سالہ یادگار کے قیام کا انتظام ہو رہا ہے جس میں غیر اقوام تک کارنامہ حسینی کے نشر و اشاعت کا کام بڑے پیمانہ پر انجام دیا جائے گا۔

لیکن جب ہم تیسرے جزو پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اپنی قومیت کی دنیا ویران نظر آتی ہے۔

ہم میں باہمی ارتباط اور احساس قومیت مفقود ہے اور اتحاد و اتفاق نایاب ہے ہمارے بڑے افراد اپنی ترقی اس میں منحصر سمجھتے ہیں کہ وہ عملی سرگرمیوں میں دوسری جماعتوں کے ساتھ وابستہ ہو جائیں اُن میں کے بہت سے اس وقت میں اپنے کو شیعہ کہنے سے شرمانے اور جھجکنے لگتے ہیں۔ وہ اس کو

"رواداری" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ رواداری یہ نہیں ہے کہ انسان دوسروں کی خاطر اپنے خصوصیات قومی کو تج دے یا درد دکھ میں اپنی قوم کے افراد کا ساتھ نہ دے بلکہ رواداری یہ ہے کہ اپنے قومی احساس، قومی ہمدردی، قومی یکجہتی کے ساتھ مشترک مقاصد میں دوسروں کا بھی ساتھ دے اور منافرت اور بیجا تعصب سے کام نہ لے۔

یہ لوگ اپنے سے کٹ کر دوسروں سے ملتے ہیں مگر دوسرے بھی اُنھیں اپنا نہیں سمجھتے بلکہ اپنا کام نکالتے رہتے ہیں اور وقت گزرنے پر دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہیں۔

رہ گئے عام افراد، وہ مذہب اور قوم پر جان دینے کا دعویٰ رکھتے ہیں مگر آپس میں یکجہتی اور ہم آہنگی نام کو بھی نہیں۔ ہمدردی و اعانت باہمی کا پتہ نہیں ذاتی کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ کیا بٹائیگا۔ کوئی مشترک قومی یا مذہبی کام تک اگر کوئی ایک شخص اپنے ہاتھ میں لے لے تو دوسرے اُس میں حصہ لینے سے اور سرگرمی کے ساتھ امداد کرنے سے گریز کرتے ہیں اس بنا پر کہ وہ کام ایک شخص کا ہو گیا۔ اب دوسروں کو مطلب نہیں رہا یہ صورت حال انتہائی افسوسناک ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ قومیت کی بنیاد یکجہتی اور ارتباط باہمی پر ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو افراد چاہے لاکھوں ہوں مگر ایک قوم کا وجود نہیں ہے۔

بہت سے قومیت اور ترقی کے بلند بانگ دعادی کرنے والے ترقی کا راز اغیار کی تقلید میں مضمر سمجھتے ہیں ان کی یہ ترقیاں اگر کوئی اصلیت رکھتی بھی ہوں تو وہ انفرادی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتیں قومی ترقی وہ ہی جو خصوصیات قومی کی حفاظت کے ساتھ ہو۔

اب سب سے اہم اور آخری جزو عمل کا ہے اس لحاظ سے جب ہم اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے مرکز سے بہت دور جا پڑے ہیں ہم نے اُن تعلیمات کو فراموش کر دیا جو ہمیں دیئے گئے تھے۔ اُن بہترین عملی مثالوں کو نظر انداز کر دیا جن کی پیروی ہمارے لیے باعث نجات تھی جبکہ زندگی حرکت و عمل کا نام ہے تو یقیناً ہماری قوم زندگی کی نعمت سے محروم ہے اس لیے کہ ہم نے حرکت اور عمل کو ترک کر دیا ہے۔

دو شعبے ہیں حقوق اللہ اور حقوق الناس ہم نے کس کو ان میں سے آباد کر رکھا ہے۔

اصلاح معاد اور اصلاح معاش ہم نے ان میں سے کس کی فکر رکھی ہے حقوق اللہ کے لحاظ سے نظر ڈالیے تو ہماری مساجد ویران نظر آئیں گی اوقات نماز ہمارے شاکی اور قرآن کریم ہمارے تغافل سے دردمند نظر آئیگا حقوق الناس پر نظر ڈالیے تو سوئے ظاہرداری اور اقتدار پرستی کے اخوت مساوات اور مواسات و ہمدردی کا نشان نہ ملے گا۔ اگر یقین نہ ہو تو

شاہراہ عام پر کسی غریب کا جنازہ دیکھ لیجیے جس کے ساتھ مشایعت کرنے والے دو چار بھی نظر نہ آئیں گے۔

اصلاح معاد کے لیے عمل کی فکر نہ رہی سمجھ لیے کہ محبت اہلبیت کافی ہے اور رونا حضرت امام حسینؑ پر نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ بس اب اعمال و افعال کی ضرورت باقی نہ رہی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ محبت بغیر اطاعت ہوتی نہیں۔ معصوم نے خود فرمادیا من اطاع اللہ فھو لنا محب ومن عصی اللہ فھو لنا عدو "جو اللہ کی اطاعت کرے وہ ہمارا دوست ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرے وہ ہمارا دشمن ہے"

رہ گیا، حضرت سید الشہدا سلام اللہ علیہ پر گریہ، تو ظاہر ہے کہ گریہ وہی کار آمد ہوگا جو محبت و معرفت کے ساتھ ہو ورنہ مصیبت کے فطری اثر سے مجبور ہو کر تو دشمن تک روئے تھے پھر کیا یہ گریہ اُن کے لیے بہشت کا موجب ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اصلاح معاش کا یہ عالم ہے کہ جتنے ذرائع آمدنی اور سرمایہ کی فراہمی کے ہیں اُن سب کو ہم نے ترک کیا۔ تجارت، صنعت و حرفت اور مزدوری یہی وہ چیزیں ہیں جو زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ ان سب کو ہم نے "ننگ و نام" کے موہوم خیال پر ترک کر دیا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف ضروریات زندگی میں ہم اغیار کے دست نگر ہو گئے دوسری طرف تمام سرمایہ ہمارا نذر اغیار ہو گیا وہ بنتے گئے اور ہم بگڑتے گئے

اور اب بڑے بڑے مقتدر اشخاص اور گھرانے ہم میں کے مفلوک الحال اور نان شبنیہ کو محتاج ہیں، جبکہ ان کی دولت سے سیکڑوں معمولی آدمی لاکھوں کے مالک بن گئے۔

ذرائع آمدنی کا یہ عالم اور اس کے ساتھ رسوم بیجا میں فضول خرچیاں ہماری سب سے بڑھی ہوئی۔

جو تقریب آئے گی اپنے ساتھ مصارف کا ایک سیلاب لائیگی جو ہماری رہی سہی پونجی کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لیجائیگا یا قرضہ کا ایک پہاڑ سر پر لائے گی جس کا بوجھ آخر کو دبا کر ہماری ہڈیوں کے ڈھانچہ کو سرمہ سا بنا دے گا۔

یہ صورت حال اسی طرح اگر قائم رہی تو زندگی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی بندۂ خدا جرأت کرکے دوکان رکھ لیتا ہی تو اُسے زیادہ دن تک قائم نہیں رکھ سکتا۔

اس کی وجہ ایک تو یہ ہی کہ نو آموز ہونے کی وجہ سے اصُول تجارت سے واقف نہیں اس لئے غلطیاں کرینگے ثبات و استقلال سے کام لیں تو غلطیوں کے بعد سنبھلیں اور ترقی کے راستے معلوم کریں مگر یہ پہلے ہی دفعہ ٹھوکر کھانے کے بعد ہمت ہار جاتے ہیں اس لیے دوکان کو بند کر دیتے ہیں دوسری بات یہ ہی کہ یہ پہلی ہی دن سے نفع کے طالب ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ دوکان انکے ضرورت زندگی کو پورا کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ "گراں فروشی" اور "بد معاملگی" کی صورت میں ظاہر ہوتا ہی حالانکہ شروع میں ان کو صبر و استقلال کے ساتھ دوکان پر لگے رہنا چاہیے تھا اور اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ایسا کرتے تو ایک وقت

ہیں وہ دوکان انکی ضرورت سے زیادہ ان کو دینے کے لائق ہو جاتی۔

تیسری بات یہ ہے کہ اپنی قوم کے افراد میں احساس قومیت نہیں اس لیئے وہ اس دوکان سے خریداری ضروری نہیں سمجھتے جبکہ دوسری قوموں کے افراد میں احساس قومیت موجود ہے اس لیے وہ اپنے لوگوں کی دوکانیں چھوڑکر اس دوکان پر نہیں آتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اس دوکان سے نہ اپنے خریدتے ہیں اور نہ اغیار اس پر آتے ہیں پھر یہ دوکان چل کیسے سکتی ہے ہمارے بھائیوں میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ وہ ایک پیسہ زائد بھی دینا پڑے تب بھی اپنے بھائی کی دوکان کو مقدم رکھیں گے پیسہ زائد جائیگا تو کس کے پاس جائیگا پھر کے اپنی قوم ہی میں رہے گا۔ اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو پھر دیکھیے تجارتیں کس طرح فروغ پاتی ہیں رسوم بیجا جو ہماری زندگی کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں اُن کا ترک کرنا سب سے پہلی فرصت میں ہمارے لیے ضروری ہے۔

ہمیں تعلیمات بھی دیئے گئے ہیں اور ہمارے سامنے عملی مثالیں بھی پیش کی گئی ہیں جن کی پیروی ہمارے لیے زندگی کی ضامن ہے

"تجارت اور اسلام" (امامیہ مشن کا رسالہ) ملاحظہ کیجیے اور "ہمارے رسوم و قیود" یا "شادی خانہ آبادی" کا مطالعہ فرمائیے تو آپ کو رؤسائے ملت کے تعلیمات ہمارے اور پیشوایان دین کی زندگی کے صحیح نمونے نظر آئینگے جن سے آپ اپنی زندگی کی صحیح لائنوں پر تعمیر کر سکتے ہیں اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو زندگی ہم کو سلام رخصت کر کے ہمیشہ کیلیے وداع ہو جائیگی اور ہم "حیات قومی" کی نعمت سے بالکل محروم ہو جائینگے۔ خدا ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

علی نقی النقوی عفی عنہ

۲۶ ج ۲ ۱۳۶۱ھ (لکھنؤ)

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک
۴۷	ذوالجناح	۰/	۔/	۶۴	خلافت و امامت حصۂ ششم	۸	۱۱/
۴۸	شہدائے کربلا حصہ اول	۱۲/	۱/	۶۵	دی لاسٹ میسج آف حسینؑ	۲/	۔/
۴۹	کربلا کا مہاسمر ہندی	۱۲/	۔/	۶۶	ہمارے رسوم و قیود	۲/	۔/
۵۰	حسینؑ اینڈی پلین آف کربلا انگریزی	۱۰/	۔/	۶۷	شیعوں کی تازہ زندگی	۱/	۔/
۵۱	مشہد اعظم	۱/	۔/	۶۸	صحیفۂ اعمال مترجم	عہ/	۱۲/
۵۲	لاتفسدو فی الارض	۸/	۱۱/	۶۹	مذہب شیعہ اور تبلیغ	۱/	۔/
۵۳	نہج البلاغہ کا استناد	۴/	۱/	۷۰	اسیری اہل حرم	۱۰/	۔/
۵۴	خلافت و امامت حصۂ چہارم	۳/	۱/	۷۱	دی مشن آف حسینؑ انگریزی	۱/	۔/
۵۵	شہدائے کربلا حصۂ دوم	۵/	۱/	۷۲	نظام زندگی حصۂ اول	۴/	۱/
۵۶	الوالائمہ کے تعلیمات	۴/	۱/	۷۳	حصۂ دوم	۵/	۱/
۵۷	حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام	۱/	۔/	۷۴	حقیقت اسلام	۱۰/	۔/
۵۸	اسلامی عقائد	۲/	۔/	۷۵	مظلوم کربلا	۲/	۔/
۵۹	آثار باقیہ	۱/	۔/	۷۶	دی مارٹر آف کربلا انگریزی	۔/	۲/
۶۰	صحیفہ سجادیہ کی عظمت	۱۰/	۔/	۷۷	تناسخ پر مختصر بحث	۲/	۔/
۶۱	خلافت و امامت حصۂ پنجم	۶/	۱/	۷۸	نظام زندگی حصۂ سوم	۷/	۱/
۶۲	خدا کی معرفت	۸/	۱۱/	۷۹	حیات قومی	۱/	۲/
۶۳	شہدائے کربلا حصۂ سوم	۱۲/	۱/				

حضرات!

لکھنؤ میں ملنے والی ہر علمی، ادبی، اخلاقی، دینی کتاب مِشن کے ذریعہ سے طلب فرمائیں

فہرست امامیہ مشن بک ایجنسی لکھنؤ

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	ڈاک خرچ	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	ڈاک خرچ
۱	کائنات قبل از اسلام	۲/	-/	۱۵	قاتلان عثمان	۵/	۱/
۲	قاتلان حسینؑ کی گرفتاری	۸/	-/	۱۶	میکدۂ اسلام	۳/	-/
۳	حج و بینات	عہ/	-/	۱۷	حصول اسلام کی حقیقت	۴/	۱/
۴	وجیزۃ الاحکام	۴/	-/	۱۸	تقیہ	-/	-/
۵	صحیفۂ تجلی	۸/	-/	۱۹	میزان محبت	۴/	۱/
۶	گل عصمت	۱۰/	-/	۲۰	تبرے کی حقیقت	۳/	۱/
۷	رجال بخاری حصۂ دوم	۶/	-/	۲۱	حسینؑ اور مذہب	۱/	-/
۸	رسولؐ کی بیٹی	۲/	-/	۲۲	فتح مبین	۳/	-/
۹	تاریخ ازدواج	۸/	-/	۲۳	الشیعہ	۳/	۱/
۱۰	الہامی کلمات	۳/	۱/	۲۴	ثبوت تقیہ	۱۰/	-/
۱۱	شہید اسلام	عک/	-/	۲۵	ذاکری کی پہلی کتاب	۳/	۱/
۱۲	ثانی زہراؑ	عہ/	-/	۲۶	" " حصۂ دوم	۳/	۱/
۱۳	ہمارے رسولؐ	۲/	۱/	۲۷	شادی خانہ آبادی	۲/	-/
۱۴	ہماری خاتون جنت	۲/	۱/	۲۸	گاؤکشی اور مسلمان	۴/	-/

ملنے کا پتہ

سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ نخاس لکھنؤ

پبلشر

سید مصطفیٰ احسن رضوی سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

پرنٹر (نثار علی رضوی) لکھنؤ